

یوسف محمد اسلم

بہارِ تے کا تازہ سفر نامہ

کانپور میں میں نے مول کچ کے چوراہے پر ایک ہوٹل میں قیام کیا اور نہادھو کر طلاق محل کی طرف روانہ ہوا طلاق محل مسلمانوں کا محلہ ہے اور وہاں میرے ایک گھر والا حکیم حبیب الرحمن کا مطب ہے حکیم صاحب ان دنوں مشہور سورخ ذکار اللہ پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں راقم الحروف سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی۔ لیکن اب تک بالمشافہ ملاقات کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ میں جس وقت ان کے مطب پر پہنچا اس وقت موصوف ایک مریض کا معائنہ کر رہے تھے۔ میں بھی سلام کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس مریض سے فارغ ہو کر حکیم صاحب نے میری طرف توجہ دی جب میں نے اپنا نام بتایا تو مسند سے اٹھ کر مجھ سے پیٹ گئے۔ ان کا گھر بھی مطب سے قریب ہے۔ انہوں نے فوراً ایک ملازم کو دوڑایا اور وہ چائے لے آیا۔ میں بڑی دیر تک حکیم صاحب کے پاس بیٹھا رہا اور انہوں نے مجھے ہائی بلڈ پریشر کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا۔ جسے میں کئی مریضوں پر آزمایا چکا ہوں۔

حکیم حبیب الرحمن صاحب کے مطب سے اٹھ کر میں محلہ بازار آیا۔ اسی بازار میں وہ تاریخی مسجد ہے جہاں ۱۹۱۳ء میں ایک سانحہ پیش آیا تھا جس کے نتیجے میں ملک گیر تحریک شروع ہوئی تھی۔ اس تحریک نے خونِ مسلم کو گرا مانے اور سیاسی شعور پیدا کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ میں نے اس مسجد کا بغور معائنہ کیا۔ یہ بڑی سی خوبصورت مسجد ہے۔ اور اس کی قبلہ رخ دیوار پر ٹائلیں لگی ہوئی ہیں جن پر بڑے خوبصورت نقش و نگار ہیں۔ میں نے دو نمازیں اس مسجد میں ادا کیں اور اگلے روز عشاء کی نماز بھی جماعت کے ساتھ یہاں ادا کی۔ اگلے روز حکیم صاحب ناشتے سے فارغ ہوتے ہی میری قیام گاہ پر تشریف لے آئے اور مجھے پٹک پور لے گئے۔ پٹک پور کانپور کا ایک بار وفاق محلہ ہے۔ اور وہاں مدرسہ جامع العلوم قابل دید ہے۔ حاجی عبدالرحمن خان نے ۱۳۰۲ھ میں حضرت مولانا شرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے دست مبارک سے اس مدرسے کی بنیاد رکھوائی تھی۔ حضرت تھانویؒ کوئی چودہ برس تک اس مدرسے میں تدریس کے فرائض انجام دے چکے ہیں اب بھی اس مدرسے کا مسلک ”دیوبندی تھانوی“ ہے۔

حکیم صاحب نے مجھے مدرسہ دکھایا اور شیخ الحدیث مفتی منظور احمد مظاہری سے میرا تعارف کرایا۔ مفتی صاحب نے ہمیں چھپاتے پلائی اور ویز تک میرے سوالوں کے جواب دیتے رہے۔ ان سے معلوم ہوا کہ اس وقت ۲۵۰ سے زائد طلبہ دارالافتاء میں مقیم ہیں اور جو طلبہ شہر سے وہاں پڑھنے آتے ہیں ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ جامع العلوم میں درس نظامی کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اور دورہ حدیث بھی مکمل کرایا جاتا ہے۔ ہمارے وہاں بیٹھے بیٹھے حدیث کے طلبہ مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حدیث کا درس شروع ہو گیا۔ مفتی صاحب کی اجازت سے یہ عاجز بھی کچھ دیر کے لئے وہاں بیٹھا اور پھر حکیم صاحب کے ساتھ واپس چلا گیا۔

اسی شام حکیم صاحب نے اپنے کئی اجاب کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ ان حضرات میں اساتذہ کرام، شعرا اور ادبا شامل تھے۔ کئی گفتگوں تک یہ علمی محفل جاری رہی۔ اردو فارسی شاعری سے لے کر ہر قسم کے موضوع پر گفتگو رہی۔ اور حاضرین بے حد محفوظ ہوئے۔ رات کو کھانے کے بعد یہ محفل برخاست ہوئی۔

کانپور کا شمار اول درجے کے شہروں میں ہوتا ہے۔ وہاں چمڑا رنگنے کے متعدد کارخانے ہیں اور نظام ہے کہ یہ مسلمانوں کی صنعت ہے۔ دریائے گنگا کے کنارے کارخانوں کا سلسلہ دوڑتا چلا گیا ہے۔ کانپور میں جفت سازی کا کام بھی خوب ہوتا ہے۔ مختلف بازاروں میں سے گزرا اور جہاں بھی گیا مسلمانوں کو بڑا خوشحال پایا۔ بازاروں میں ان کی بڑی بڑی دکانیں جن میں لاکھوں روپے کا مال موجود تھا، دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ کانپور میں مسلمانوں کے کالج، سکول اور یتیم خانے موجود ہیں۔ حافظ محمد حلیم سلکان بستی (متصل سر ہند شریعت) نے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے بڑا کام کیا تھا۔ اور ان کے نام کا ایک کالج اور یتیم خانہ کانپور میں موجود ہے۔

کانپور کا شمار برہمنوں کے اہم علمی اور ادبی مراکز میں ہوتا ہے۔ ہندی دیاندرسن نظم نے وہاں سے زمانہ کے نام سے ایک مجلہ جاری کیا تھا جو برہمنوں کے علمی و ادبی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ ایک زمانے میں مولانا حسرت موہانی بھی کانپور میں جا بسے تھے اور وہیں سے اپنا رسالہ نکالتے رہے۔ ان کا ایک شعر زبان زد خلالتی ہے۔

نہ چھوٹا دربار ہم سے نہ چھوٹا

بہت ہم نے چاہا بنے کانپوری

(یہاں دربار سے لکھنؤ مراد ہے جو ان کے مرشد کا وطن تھا) کانپور کا ایک علم چمن گنج ہے۔ اسے شعرا، ادبا اور صحافیوں کے قیام کی وجہ سے شہرت ملی ہے۔ اسی طرف "بساطیوں کا تکیہ" کے نام سے ایک قبرستان

ہے جس میں مشاہیر کانپور محو خواب ابدی ہیں۔

حکیم حبیب الرحمن صاحب سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد اگلے روز میں بذریعہ بس گنج مراد آباد روانہ ہوا کانپور سے گنج مراد آباد تک اڑھائی گھنٹے کی مسافت ہے اور بس والے آٹھ روپے کرایہ وصول کرتے ہیں۔ گنج مراد آباد دریا کے کنارے گنگا کے پار ضلع اناؤ میں واقع ہے۔ راستے میں صفی پور اور بانگر مسو پڑتے ہیں صفی پور مشہور شاعر اقبال صفی پور کا وطن مالوت ہے۔ اور بانگر مسو کو حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی جائے ولادت کا شرف حاصل ہے۔ بانگر مسو میں کئی قدیم مسجدیں نظر آتی ہیں جس سے یہ متشرع بتاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہے۔ میں نماز ظہر سے کچھ دیر پہلے گنج مراد آباد پہنچا۔ آبادی کے مغربی حصے میں حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کا مزار ہے میں پوچھتے پوچھتے وہاں پہنچا حضرت کا مزار ایک وسیع احاطے کے وسط میں ہے۔ جانب مغرب ایک پھوٹی سی مسجد ہے اس سے ملحق وہ حجرہ ہے جو حضرت کی قیام گاہ تھا۔

شمالی جانب سجادہ نشینوں اور معتقدوں کی چند قبریں ہیں۔ خانقاہ کے جنوبی جانب کے حجرے زمین بوس ہو چکے ہیں۔ میں جس وقت وہاں پہنچا اس وقت خادم وہاں نہ تھا اور مزار مقفل تھا۔ میں نے وضو کیا اور مسجد میں نفل ادا کئے۔ خانقاہ کا جائزہ لیا۔ اسی دوران میں خادم وہاں آگیا اور میری درخواست پر اس نے قفل کھول دیا۔ حضرت نفل رحمنؒ کے مزار کے اوپر بنگالی طرز کا گنبد بنا ہوا ہے۔ افسوس کہ اس وقت میرے پاس کیمرا نہ تھا ورنہ میں اس کی تصویر اتار لیتا۔ ایسا انوکھا طرز تعمیر اس نواح میں میں نے نہیں دیکھا۔ گنبد کے نیچے تین قبریں ہیں جن کی ترتیب یوں ہے۔

مزار احمد میاں۔ مزار دیوان کریم سیرخان۔ مزار شاہ فضل رحمنؒ۔ شاہ صاحب کی قبر کے اوپر بھی ایک چھتری بنی ہوئی ہے۔ قبلہ رخ دیوار پر۔ لہذا میں فضل ربی اور ربنا الرحمن المستعان۔ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ شاہ صاحب کے مزار پر ایک سرخ رنگ کی چادر پڑی تھی جس پر جا بجا اسم ذات چھپا ہوا تھا۔ شمالی دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

قطعة تاریخ

فرخ آں مرد یگانہ ڈاکٹر ممتاز علی نجم رخشان سعادت تافت کند سیما ی او
بخت و طالع یار و یار باد اقبالش بلند صبح نور روزی دہد یارب شب یلدا ی او

۱۔ حضرت مولانا شیخ اہند محمود حسنؒ اور شاہ فضل رحمنؒ کے نام میں "ال" نہیں آتا۔ بعض غیر مختاط اہل قلم محمود الحسن اور فضل الرحمنؒ لکھ دیتے ہیں جو صحیح نہیں۔ فضل رحمنؒ سے ۱۲۰۹ ہجری تک ہوتا ہے اور یہی ان کا سال ولادت ہے۔

داشت از فرط ارادت عشق یا مولائی خویش خامہ مردے بود از مردان حق مولائی او
 فضلِ رحمن قبلہ عالم مطالع روزگار در دل اہل صفا تا حشر بادا جائی او
 گفت تاریخ بنالیش بسمل از رومی نیاند تا بود ورد زبان والہ و شیدائی او
 جہذا لوح مزارش قبلہ دنیائے من کعبہ دینم حطیم روضہ والای او
 حضرت شاہ فضل رحمن کے فرزند احمد میاں بھی اسی گنبد کے نیچے آسودہ خاک ہیں۔ ان کے مزار کے
 سمرانے دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے اور اس پر یہ عبارت منقوش ہے۔

ھو الرحمن

تاریخ رحلت احمد میاں رحمۃ اللہ علیہ از شیخ نظیر حسین قدوائی فضل رحمانی گدیوی ضلع بارہ بنکی
 چو از ما رفت مرشد زادہ ما قرار و صبر از دل خستگان رفت
 برون آمد فغانہا از نہ بانہا صدا ہا از زمین تا آسمان رفت
 وفات شاہ اقلیم طریقت چنان شد کہ جہان شاہ جہان رفت
 یقین دارم کہ او از فضل رحمان بہ نزد والد خود در جنان رفت
 نظیر اس گفت بہر سال رحلت بگلزار ارم احمد میاں رفت
 گنبد سے جانب غرب مسجد کے صحن میں ایک چھتری کے نیچے احمد میاں کے فرزند شاہ رحمت اللہ جو خواب
 ابدی ہیں۔ ان کے لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے۔

۷۸۶

تاریخ وصال حضرت مولانا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب سجادہ نشین - ۱۱ مئی ۱۹۶۲ء یوم جمعہ

رفت از دنیا ولی ابن ولی صوفی و ابدال و عالم متقی
 واقعہ اسرار ذات کبریا قلب او ز فضل رحمن منجلی
 اصطفاء گوید نہ سال رحلتش رحمت اللہ در جنتی

۱۳ ۵۸۱

۶ ذی الحجہ

گنبد کے باہر جانب شمال ایک چبوترے پر شاہ رحمت اللہ کے بھائی شاہ نعمت اللہ کا مزار ہے۔ یہ بزرگ
 بھی اس خانقاہ کے سجادہ نشین رہ چکے ہیں۔ ان کی قبر پر جو لوح نصب ہے اس پر یہ عبارت منقوش ہے۔

بسم الرحمن الرحیم

انک علی صراط المستقیم
 ۶۱۹۵۵

ولادت ۱۳۰۴ھ - وصال ۱۳۷۵ھ

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات مولوی شاہ نعمت اللہ میاں صاحب

با ادب ہشیار رہی رہنا ذرا جو شش جنوں

فضل و رحمت کا ہے حامل یہ ولی پیر سکوں

بولی رحمت غم میں جو تہر کو جو دیکھا سہنگوں

اولیاء کی شان ہے "لا خوف ولا ہم یحزنون"

نقش بندی و فضل رحمانی در مزار است صاحب دانش

ذاکر لا الہ الا اللہ نعمت اللہ میاں فرشتہ منش

۱۳۷۵ھ

پیش کردہ - قاضی فرید احمد (ایٹہ)

میں کچھ دیر مزید خانقاہ میں رکھا۔ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادما کی اور خانقاہ کے نل سے سیر ہو کر پانی پیا۔ میرے استفسار پر مقامی لوگوں نے بتایا کہ گنج مراد آباد کی آبادی ساڑھے سات ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور وہاں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔ مقامی ہندو بھی درگاہ کا بڑا احترام کرتے ہیں۔

گنج مراد آباد سے ۲۴ میل کے فاصلے پر بلہور واقع ہے یہ وہی قصبہ ہے جہاں کے مولانا خرم علی بلہوری نے بڑا نام پایا ہے۔ گنج مراد آباد سے اگلا اسٹیشن ملاواں ہے جو شاہ فضل رحمن کا آبائی وطن ہے۔ گنج مراد آباد میں ان کی سسرال تھی۔ اور موصوف ملاواں سے ترک وطن کر کے یہیں آ رہے تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ دینیات کے استاد ڈاکٹر عبدالحلیم خان صاحب کے پاس سنن ابنی داؤد کا ایک نسخہ ہے جس پر شاہ صاحب نے شذوف سے اعراب لگائے تھے۔ اور نسخہ کے آخر میں اپنے دستخط ثبت فرمائے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے اس صفحے کا عکس فراہم کیا ہے۔ اور شاہ صاحب نے اپنے قلم سے "فضل رحمن ملانوی" لکھا ہے۔ یہ نسخہ شاہ صاحب نے اپنے خلیفہ، اعظم مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگیری کو عطا فرمایا تھا اور انہوں نے اپنے پوتے شاہ فہشل اللہ گیلانی کو عنایت فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنی وفات سے قبل یہ نسخہ ڈاکٹر عبدالحلیم خان صاحب کو مرحمت فرمایا تھا۔

میں نے ۱۹۵۸ء میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تصنیف "دلپذیر" تذکرہ شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی نیوکاسل (برطانیہ) میں پڑھی تھی۔ اُسی وقت سے گنج مراد آباد دیکھنے کی بڑی خواہش تھی۔ بلکہ ایک بار میں مراد بھی پہنچ گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مراد آباد اور گنج مراد آباد میں بڑا فاصلہ ہے۔ بارے ۲۵ سال بعد میری آرزو پوری ہوئی۔